

حیدر آباد میں صدر جمہوریہ ہند، شنکر دیال شرما کے ہاتھوں ۱۹۹۶-۱۱-۲ کو
نانک سنگھ نشتر، آندھرا پردیش ساہتیہ اوارڈ، حاصل کرتے ہوئے۔
چیف منسٹر چندرا بابو نائیڈو بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

شری گرو گرنتھ صاحب

(ایک بین المذہبی ڈائجسٹ)

مختصر تعارف

with regards to
Sardar Kulvinder Singh ji.
12/10/14

از

نانک سنگھ نشتر

انٹرنیشنل سکھ سنٹر فار انٹر فیتھ ریلیشنس

'سنت بھون' 15-3-137 گولی گوڑہ چمن۔ حیدرآباد 500012

E-mail: nanknishter@gmail.com

nanaknishter84@gmail.com

ISBN - 978-81-920753-6-5

ٹائیل کور : ایک لڑکی شری گرو گرنتھ صاحب پڑھتے ہوئے

بیاک کور : مصنف، راشٹر پتی کے ہاتھوں ایوارڈ لیتے ہوئے۔

پہلا ایڈیشن : 1000 جلدیں نومبر ۲۰۱۳ء

ہدیہ : تیس روپئے (Rs.30/-)

کمپیوٹر کتابت: SAM کمپیوٹرس، حیدرآباد

فون: 092 46 54 30 27 ۔ ویب سائٹ samurdu.com

ای میل: samurdu@yahoo.com

طباعت : اعجاز پرنٹنگ پریس، چھتہ بازار، حیدرآباد۔۵۰۰۰۰۲

فون: 040-66311442/66711442

ملنے کا پتہ:

1۔ ملک بک ڈپو۔

3212، ترکمان گیٹ، دہلی 110006

Mobile : 09899711762

2۔ انٹرنیشنل سکھ سنٹر فار انٹرفیتھ ریلیشنس

'سنت بھون' 15-3-137، گولی گوڑہ چمن، حیدرآباد 500012

Mobile : 09848 353105

E-mails: nanknishter@gmail.com

nanaknishter84@gmail.com

فہرست

	مضمون	صفحہ نمبر
	پیش لفظ	5
	دیباچہ	7
۱۔	کعبۃ اللہ	10
۲۔	مختلف کیا ہے؟	14
۳۔	اختلاف میں اتفاق	20
۴۔	کس زبان میں ہے؟	22
۵۔	تصنیف، تالیف اور مرتبہ	24
۶۔	کس کی تصنیف ہے؟	26
۷۔	مصنفین کا تعرف وترتیب	28
۸۔	نماز کی تاکید	34
۹۔	ایک سطری شاعری	35
۱۰۔	بندش اور تحفظ	37
۱۱۔	مساوات	38
۱۲۔	عورت کی عظمت	41
۱۳۔	شاستری سنگیت میں عوامی دھنیں	43
۱۴۔	ہندوؤں اور مسلمانوں کا رویہ	45

☆.....○.....☆

اس مصنف کی کچھ اور پیشکش

مصنف کی کسی بھی کتاب سے استفادہ کرنے کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۔	سفید لہو (مجموعہ کلام)	اردو
۲۔	سکھس ان پریزنٹ کانٹسٹ	انگریزی
۳۔	سلیکشنس فرم گروگرنتھ صاحب	انگریزی
۴۔	شری گروگرنتھ صاحب ۔ کونی آنی تیالو	تلگو
۵۔	شری گروگرنتھ صاحب ۔ نیودک ابھنگ وانی	مراٹھی
۶۔	شری گروگرنتھ صاحب ۔ مسلمانوں کے لیے ہدایات	اردو اور انگریزی
۷۔	سکھس ۔ چیلنجس اینڈ سولیوشنس	انگریزی
۸۔	سکھس ۔ ایجوکیشن اینڈ امپاورمنٹ	انگریزی
۹۔	سکھ ۔ مسلم ریلیشنس (زیر ترتیب)	انگریزی
۱۰۔	سکھس ۔ رچ کمیونٹی اینڈ پور پیوپل (زیر ترتیب)	انگریزی

☆......○......☆

Prof. Mohd. Akbar Ali Khan
Vice-Chancellor

Telangana University
Dichpally, Nizamabad - 503322. (A.P.)
Ph : 08462-222218 Fax : 08462-222218
e-mail: vc@telanganauniversity.ac.in

30th October 2013

FOREWORD

I am very happy to know that Sri Nanak Singh Nishter, Hon.Director, International Sikh Center for Inter-faith Relations Hyderabad, has written a booklet in Urdu on "Shri Guru Granth Sahib (An Inter-religious Digest) - A Brief Introduction" for promoting the sacred mission of communal harmony and National Integration at the national and global level.

Shri Guru Granth Sahib is such a Granth which helps develop human personality which takes full care of spiritual and temporal concerns of mankind from all cross sections of the society. Sardar Nanak Singhji possesses a great command on the aspects of similarities and a difference in the religious believes and propagates inter-faith relations. He is a prolific writer and an eloquent public speaker on the subject of Religion of Humanity. He has published several books,

articles, seminar papers and booklets on various topics of inter-faith relations. Sardar Nanak Singh ji has been dedicatedly sacrificing his life on the mission of writing books and giving intellectual discourse on the respected Gurus and Granths of the Sikhs, Hindus, Muslims, Christians and other religious minorities on teachings & practices of inter-religious philosophies to propagate humanity and good conduct.

This book written in Urdu on "Shri Guru Granth Sahib (An Inter-religious Digest) - A Brief Introduction" comprises 14 Chapters. In this booklet, he has dealt with the similarities of basic tenants of Muslims principles & faith with that of the Sikhs Principles and faith. This piece of work will give an immense inspiration to the muslim brothern the teachings of the Gurus which have close links with the spirit of the true Islam. I am hopeful that it will help specially the Muslim youth in enhancing their ethical values respecting inter-religious faith in the secular perspective. I feel happy to recommend this work to all Urdu readers and to see themselves what Shri Guru Granth sahib has to say about their ideology and how it is having similarity with the Islam. I congratulate Sardar Nanak Singh Nishter ji for his attempt which will bring two communities closer to each other.

PROF. MOHD. AKBAR ALI KHAN

دیباچہ

''اللہ'' کے لفظ پر ۲۰۰۷ء میں ملیشیاء کی ریاست سیلانگور کے بادشاہ سلطان شرف الدین ادریس شاہ کے حکم سے غیر مسلموں کے استعمال پر پابندی لگادی گئی تھی۔ کیونکہ عیسائی اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے لفظ، گاڈ کا ترجمہ اللہ کرتے ہوئے مسلمانوں میں غلط فہمیاں پھیلانے کا موجب بن رہے تھے۔ اس تنازعہ سے ایک نہایت قیمتی اور خوبصورت حقیقت سے دنیا روشناس ہوئی کہ سکھوں کی مقدس کتاب ''شری گرو گرنتھ صاحب'' جو ان کے عبادت گاہ گردواروں میں بڑے تزک و احتشام اور احترام سے رکھتے، پڑھتے، گاتے اور اسے موجودہ اور گیارہواں گرو مانتے ہیں۔ اس میں بھی اللہ کا نام کئی بار آیا ہے۔ اس میں شامل مسلمانوں، ہندو اور اچھوت بھگتوں کے علاوہ سکھ گرو صاحبان نے بھی اپنے ایک خالق کو اللہ، رب، خدا اور پروردگار وغیرہ اَن گنت ناموں سے مخاطب کیا ہے۔ اس حکم کے خلاف عیسائیوں کی جانب سے اپیل پر ۲۰۰۹ء میں معزز ہائی کورٹ نے اس حکم کو کالعدم قرار دیا۔ جس پر حکومت نے اس حکم کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل داخل کی۔۔

۱۴/ اکتوبر ۲۰۱۳ کو معزز سپریم کورٹ کے چیف جج نے تین رکنی بنچ کی صدارت میں فیصلہ دیتے ہوئے کہا کہ 'اللہ کا لفظ عیسائیوں کے عقیدے اور روایتوں کے مطابق نہیں ہے۔ اس لیے گاڈ (God) کے ترجمہ کے طور پر اللہ کے لفظ کا استعمال عیسائی نہیں کر سکتے۔'

اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن شریف میں آئے لفظ اللہ کا (۱۱۴) بار استعمال سکھوں کی مقدس کتاب شری گرو گرنتھ صاحب میں بھی ۴۷ بار اس کے اصل زبان، لفظ مفہوم اور مقصد سے ہی کیا گیا ہے نہ کہ کوئی ترجمہ کے طور پر جس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ جب کہ کسی اور مقدس کتاب میں اس لفظ کا کوئی تذکرہ ہی نہیں ہے۔ اس لیے سکھوں پر لفظ اللہ کے استعمال کی ممانعت کا حکم لاگو نہیں ہوتا۔

شری گرو گرنتھ صاحب کے تعارف کے لئے یہ مختصر سی تمہید اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ مقدس کتاب فقط اور محض سکھوں کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ ایک بین المذہبی ڈائجسٹ ہے جس میں اُن پانچ سو سال کے دور میں ہندوستان میں موجود کئی مذاہب کے ماننے والوں کے لئے ہدایات کا ایسا انمول ذخیرہ ہے جس کو سکھوں کی مقدس کتاب سمجھنے کی غلطی کرنے سے ہم اس کی اہلیت و اہمیت سمجھنے اور دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو اس سے فیضیاب ہونے سے محروم کر رہے ہیں۔۔

دین، دھرم اور مذہب کو جو انسانوں کی زندگی کی بنیاد ہونی چاہئے تھی اور عمل پیرا ہونے کی شئے تھی وہ آج کے معاشرے میں ایک خطرناک دھاکو شئے بنادی گئی ہے جس کے نام پر آج کیا کچھ ہو رہا ہے اور کیا جا رہا ہے۔ اس کے ذمہ دار وہ مٹھی بھر لوگ نہیں ہیں جو استحصال کر رہے ہیں بلکہ ہر ذی شعور انسان ذمہ دار ہے جو محسوس کرتا اور سمجھتا بھی ہے لیکن حق کی بات کہنے کی جرات نہیں کرتا۔ جس کا واحد حل یہی ہے کہ ہم اپنی ایسی مقدس کتابوں کو خود پڑھیں، سمجھیں اور اپنے اعمال کو ان ہدایات کی صحیح روشنی میں ڈھالنے کی کوشش کریں تا کہ اپنے خالق کی خوشنودی حاصل کرسکیں۔

مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ آج جب مذہب کے نام پر جتنی بدامنی، خون خرابہ اور درندگی ہمارے معاشرے کے سکون کو جس طرح تہس نہس کرنے کے درپے ہے جس میں دن بہ دن اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ ان حالات میں بھی سکھوں کا شری گرو گرنتھ صاحب پر اپنی اجارہ داری بنائے رکھنا اور دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کی دسترس سے دور رکھنا انسانیت کی بدخدمتی ہوگی۔ گرو صاحبان کا پیام جو اس مقدس کتاب کے ذریعہ سارے مذاہب اور ذات پات کو ایک دھاگے میں پرونے میں کامیاب ہوئے تھے کے عظیم مقصد کو محض تعظیم کرنے کے لئے اپنے تک ہی محدود رکھنے کے گناہ عظیم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

اس کتابچہ میں مثال پیش کرنے کے لئے کلام کے جو حوالہ جات کا صفحہ نمبر دیا ہوا ہے وہ

اسی مقدس کتاب کے ہیں۔ یہ صفحات اور سطور کی ترتیب ساری جلدوں میں ایک سی ہے جس میں کوئی فرق نہیں رکھا جاتا چاہے وہ کسی بھی رسم الخط میں لکھا ہوا ہو۔ اُمید کہ محققین اور عوام اس سے مستفید ہونے اور آپسی غلط فہمی دور کرنے میں کامیاب ہوں گے۔۔

نانک سنگھ نشترؔ

اکتوبر ۲۰۱۳ء

'سنت بھون' 137-3-15 ، گولی گوڑہ چمن۔

حیدرآباد 500012۔موبائیل: 05 31 35 48 98 0

ای میل: nanaknishter84@gmail.com or nanaknishter@gmail.com

☆.....○.....☆

10

ا۔ کعبۃ اللہ

شری گرو گرنتھ صاحب کی وجہ تسمیہ کے اسباب کا تذکرہ اگلے صفحات میں آئے گا۔ لیکن اس خیال کے خالق اور سکھ عقیدے کے بانی شری گرو نانک صاحب کے بارے میں کعبۃ اللہ کے تعلق سے پیدا شدہ ایک واقعہ کے متضاد بیانی کی صراحت کیے بغیر یہ تعارف ادھورا رہ جائے گا۔۔

ایک عقیدے کے مطابق خدائے واحد کی پہلی عبادت گاہ کعبۃ اللہ ہے۔ جس کے لفظی معنی عربی زبان میں خدا کے گھر کے ہیں۔ لیکن اس احاطہ کو حضرت محمد صاحب کے ظہور اسلام تک ہر جگہ حاضر و ناضر خدائے تعالی کو مختلف بتوں اور چار دیواری میں ہی موجود اور محدود سمجھے جانے لگا تھا اور ان کی پرستش ہی کو عبادت سمجھے جانے لگا تھا۔ اس خام خیالی کو دور کرنے اور حقیقت سے روشناس کرانے کے لیے حضرت محمد صاحب نے ۱۴/ جنوری ۶۳۰ء (630.A.D) میں مکہ کو فتح کیا اور ساری کائنات کے خالق اللہ تعالیٰ کے تصور کو ان بتوں تک محدود بندشوں سے بالاتر ہونے کے عقیدے کی تبلیغ کی۔ یہ عظیم کارنامہ خود اللہ تعالی کی رضا (مرضی) کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ سکھ اور اسلام عقیدوں کی بنیاد ہی ایک اللہ کی وحدت میں ایمان لانا اور اس کی رضا (حکم) میں رہنے کو بھی عبادت کا درجہ دیا گیا۔

چنانچہ خانہ کعبہ کے احاطہ میں موجود تین سو ساٹھ (۳۶۰) بتوں کو توڑا اور جلا دیا گیا۔ اس فلسفہ کی پیروی میں ہندوستان پر حملہ آور بعض مسلمانوں نے اس ملک میں بت شکنی کی روایت کو دہراتے رہے جو ہندو اور مسلمان دو قوموں کے درمیان خلیج کا باعث بن گئے۔ جب کہ ہندوستانی عوام نے روایت کے طور پر قدرت میں ہی خدا کے دیدار کے فلسفہ کو اپنایا ہوا تھا۔ جس کے نتیجہ میں پانی، زمین، پتھر، پیڑ پودے، انسانوں، پرندوں، جانوروں، درندوں، دودھ

دینے والی گائے سے لے کر زہریلے سانپ اور خونخوار شیر تک میں خدا کی موجودگی کا احساس کرتے تھے نہ کہ خدا سمجھتے تھے ۔لیکن روزی روٹی کے چکر میں پھنسے لالچی پجاریوں نے بھولے بھالے عوام کے ان سب میں ایک خدا کے موجودگی کے نظریہ کا استحصال کرتے ہوئے ان اشیاء کے پرستش کرنے کے رواج کو فروغ دیا اور سنسکرت میں لکھی مذہبی کتابوں کو دیوتاؤں کی زبان کہتے ہوئے سوائے اونچی ذات کے دیگر عوام کے پڑھنے پر پابندی لگادی ۔جس سے جہالت کی جڑیں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئیں ۔

اس بیان کے ثبوت کے طور پر ایک تاریخی واقعہ پیش کرنا چاہوں گا ۔گرو صاحبان اور سکھ بھی عربی ، فارسی اور سنسکرت کی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے ۔ایک مرتبہ کا ذکر ہے جب شری گرو گوبند سنگھ جی پاونٹہ صاحب (موجودہ ہماچل پردیش) میں ۱۶۸۵ سے ۱۶۸۸ ء تک قیام پذیر تھے اُس وقت باون (۵۲) شعراء اور علماء ان کے دربار میں ہوا کرتے تھے ان میں ایک پنڈت رگھوناتھ بھی تھے ۔ جب کچھ سکھوں نے ان سے خواہش کی انہیں سنسکرت کی تعلیم دیں تب اس نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ یہ دیو بھاشا (دیوتاؤں کی زبان) ہے اور نچلی ذات کے لوگوں کونہیں سکھلائی جاسکتی ۔ جب اس کی اطلاع گرو صاحب کو ہوئی تب انہوں نے پانچ سکھ (۱) گنڈا سنگھ (۲) کرم سنگھ (۳) سینا سنگھ (۴) رام سنگھ اور (۵) بیر سنگھ کو سادھوؤں کے بھگوے بھیس میں کاشی ۔ بنارس بھیجا جو وہاں کافی عرصے تک رہ کر سنسکرت کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد گرو صاحب کے پاس آنند پور لوٹ آئے وہ اور ان کے شاگرد ''نرملے'' کے نام سے مشہور ہوئے اور آج بھی بھگوے لباس پہنتے ہیں ۔

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ کی وحدت کے نظریہ کو پختہ کرنے کے لیے حضرت محمد صاحب نے بت شکنی پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اللہ تعالی سے منسوب کچھ اور غلط فہمیاں بھی دور کرنے کے لیے فتح مکہ بعد ادا کی گئی پہلی نماز کی اذاں دینے کے لیے افریقی نسل کے غلام حضرت بلال حبشی (۵۸۰ ء تا ۶۴۰ ء) کو پہلا موذن مقرر کیا ۔جنہیں اسلام قبول کرنے پر کئی صعوبتیں جھیلنی پڑیں

لیکن اس کے باوجود اسلام میں ان کا عقیدہ غیر متزلزل رہا۔ چنانچہ رسول اللہؐ کے صحابہ میں نہ صرف شامل کر لیے گئے بلکہ انہیں ممتاز مقام بھی عطا کیا گیا۔ حتیٰ کہ عرب مسلمانوں پر بھی ترجیح دیتے ہوئے اسلام میں مساوات کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا۔ اس احاطہ میں موجود سارے بتوں کو صفایا کرنے کے بعد کعبۃ اللہ کی چار دیواری سے منسوب عقیدت رکھنے والوں کو اس سے برتر اللہ کی طرف راغب کرنے کے لیے حضرت بلال حبشی کو کعبۃ اللہ کی چھت پر چڑھ کر اونچے مقام سے پہلی اذاں دینے کے لیے کہا اور خود نیچے نمازیوں میں شامل رہے۔ تاکہ اس بات کی سند رہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی مخصوص عمارت سے بھی زیادہ بلند و بالا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت محمد صاحب سے پہلے کسی کی بھی ہمت اور جرات نہیں ہوئی تھی کہ اس چار دیواری سے وابستہ نظریہ کی روایت شکنی کر سکے۔۔

شری گرونانک صاحب دوسری واحد شخصیت تھے جنہوں نے حضرت محمد صاحب کے نظریہ کی تائید، اعادہ اور تبلیغ کرنے کے لیے کعبۃ اللہ کے سمت اپنے پیر کرتے ہوئے لیٹ گئے۔ جب ان سے باز پرس کی گئی تب انہوں نے سیدھے اور سادے الفاظ میں کہا کہ "اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میرے اس عمل سے کوئی بے حرمتی ہو رہی ہے تب میرے پیر اس سمت کر دیجئے جس سمت میں اللہ موجود نہ ہو۔"

سکھ لٹریچر میں شری گروگرنتھ صاحب کے پہلے کاتب بھائی گرداس جی نے اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ گرو صاحب نے اپنے اس عمل سے مکہ شہر کے رہنے والوں کے خیالات کو پھیر دیا یعنی تبدیل کر دیا۔ کہیں بھی گرو صاحب کے قدموں کی سمت مخصوص مقام کعبۃ اللہ کے گھومنے کی واہیات غلط بیانی نہیں کی گئی جو عمل کوئی بھی ذی ہوش انسان نہ ہی خود کر سکتا ہے اور نہ ہی تسلیم کر سکتا ہے۔ اس واقعہ کو ایسا رنگ دینا اس مقدس مقام کی توہین کرنا اور تقدس کو پامال کرنے اور مسلمانوں کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کی سوچی سمجھی ناپاک سازش اور شر پسندی ہے۔

اس سبق آموز واقعہ کے اصل مقصد کو پس و پشت ڈال کر مفادات حاصلہ نے کئی مبالغہ آمیز متضاد کہانیاں اور من گھڑت مفروضات منسوب کردیئے تاکہ سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان خلیج پیدا کی جاسکے یا یہ ثابت کیا جائے کہ دراصل شری گرونانک صاحب مشرف بہ اسلام ہوگئے تھے۔ بعض نے ان کا نیا نام عبدالرشید بتایا اور بعض نے عبدالمجید کہا۔ اس لیے وہاں حج کرنے کے لیے گئے تھے۔ ورنہ وہاں داخل نہیں ہوسکتے تھے کیوں کہ وہاں غیر مسلمانوں کا داخلہ ممنوع ہے۔

جب کہ واقعہ یہ ہے کہ گرو صاحب نے تقریباً دس سال مسلم ممالک میں گزارے۔ عراق کے مستقر بغداد میں ۱۵۰۶ء کے اوائل میں ان کے طویل قیام کے بارے میں اس علاقے میں کئی واقعات کی شہرت، یادگاری عمارت اور کتبہ آج بھی موجود ہیں۔ گرو صاحب کے اسلام سے متعلق گہرے اور وسیع معلومات، خدا کی وحدت میں پختہ ایقان اور کسی بھی مذہب سے منسوب ہونے کے انکار پر انہیں مسلمان ہی سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ بغداد کے حاکم نے اس زمانے کے رواج کے مطابق انہیں اعزاز دینے کے لیے ایک چوغا (چولہ۔ درویشوں کا لبادہ) پیش کیا تھا جس پر قرآن شریف کی آیتیں لکھی ہوئی ہیں جو آج بھی ''گرودوارہ چولہ صاحب'' موضع ڈیرہ بابا نانک ضلع گرداس پور۔ پنجاب میں محفوظ ہے۔

''آرٹ آف لیونگ'' کے روحانی پیشوا شری شری روی شنکر نے مئی ۲۰۰۷ء کو اپنے دورہ بغداد کے موقع پر اس تاریخی اہمیت کے مقام پر یادگار بنوانے کی توجہ دلائی جس پر حکومت عراق نے معقول یادگار بنانے کا اعلان کیا۔

گرو صاحب نے دین، دھرم اور مذہب کے نام سے تفریق اور تقسیم کی مخالفت کرتے ہوئے ایک انقلابی نعرہ دیا تھا کہ 'نہ کوئی ہندو۔ نہ مسلمان' بلکہ سارے انسان ہیں جن میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور اپنے اعمال کی وجہ سے خدا کی بارگاہ میں برتر یا کمتر سمجھے جائیں گے۔ جہاں کسی بھی عقیدت سے جڑے رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا صرف اعمال کی بنیاد پر ہی سزا اور

جزا کے مستحق ہوں گے۔

گرو صاحب نے اپنے آپ کو کسی بھی مذہب سے منسوب کے انکاری ہونے کے بارے میں اپنے کلام میں متعدد بار تذکرہ کیا ہے جس کی صراحت اگلے صفحات میں کی گئی ہے۔۔

☆......○......☆

۲۔ مختلف کیا ہے؟

شری گرو گرنتھ صاحب کے تالیف کرنے کے تخیل کے موجد شری گرو نانک صاحب (۱۴۶۹۔۱۵۳۹ء) سکھوں کے پہلے گرو تھے۔ گرو کے معنی مرشد، استاد، رہنمائی کرنے والا وغیرہ اور سکھ کے معنی ہیں مرید، شاگرد اور رہنمائی حاصل کرنے والا وغیرہ۔ گرو صاحب کے والد مہتہ کلیان چند بیدی موضع تلونڈی (موجودہ ننکانہ صاحب، پاکستان) کے پٹواری (موضع کے حاکم) اونچی ذات کے ہندو کھتری تھے۔ گرو صاحب کو اس دور کی سرکاری زبان فارسی، عربی، سنسکرت اور ریاضی وغیرہ علوم کی تعلیم دلائی گئی۔ گیارہ سال کی عمر میں انھیں جنیوو (زنار) پہنانے کی رسم کا اہتمام کیا گیا۔ مہمانوں اور معززین سے بھرے پُرے مجمع میں گرو صاحب جنیوو پہنانے کے لئے آئے پنڈت ہردیال سے سوال کیا کہ یہ کیا ہے جس کے جواب میں پنڈت نے کہا کہ یہ وہ "یہ مقدس دھاگا ہے جو اونچی ذات کے ہندو مردوں کے گلے میں پہنایا جاتا ہے جو خواتین اور چھوٹے ذات کے لوگوں کو نہیں پہنایا جا سکتا"۔

اس پر گرو صاحب نے انسانوں کے طبقوں میں تفریق پیدا کرنے والے اس دھاگے کو پہننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم سب کو پیدا کرنے والے نے جب ہم میں کوئی فرق نہیں رکھا تو

ہمیں اس میں تفریق پیدا کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے اور ساری انسانیت کو ایک مذہب ہونے کا تخیل پیش کیا۔

گرو صاحب نے ایک نیا انقلابی نعرہ دیا ''نہ کو ہندو۔ نہ مسلمان'' نہ کوئی ہندو ہے اور نہ ہی کوئی مسلمان ہیں سارے انسان ہیں جن میں کوئی فرق نہیں ہے اور صاف الفاظ میں فرمایا

ایک پتا، ایکس کے ہم بارک تو میرا گرُ ہائی۔

(صفحہ ٦١١)

یعنی ''اے میرے خدا تو ہم سب کا ایک والد اور ہم سب انسان تیری اولاد ہیں۔ تو ایک ہم سب کا باپ ہے جو ہماری تخلیق، پرورش اور دیکھ بھال اولاد کی مانند کرتا ہے''۔

جب ان سے سوال کیا جاتا کہ وہ کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں ان کا جواب ہوتا۔

ہمری جات ، پات ، سچ ناؤ

کرم ، دھرم ، سنجم ، ست بھاؤ

(صفحہ ٣٥٣)

یعنی، ''اس کا سچا نام ہی میری ذات، پات ہے اور نیک اعمال، حقیقت پسندی اور اپنے آپ کو بس میں رکھنا ہی اسی کے اصول اور رسومات ہیں۔

پانچویں گرو شری گروارجن صاحب کا مذہب کے تعلق سے قطعی فیصلہ ہے۔

نہ ہم ہندو ، نہ مسلمان

اللہ ، رام ، کے پنڈ پران۔

(صفحہ ١١٣٦)

یعنی ''نہ ہم ہندو ہیں اور نہ ہی مسلمان ہیں۔ ہم فقط دونوں کے خدا ماننے والے اللہ اور رام کی جسم اور روح ہیں۔'' یہاں رام کا مطلب ایودھیا کے رام نہیں بلکہ ہر ایک میں رمے (بسے) ہوئے رام کے ہیں۔ یعنی خدا کے ان گنت اوصافی ناموں میں سے ایک نام ہے۔

انھیں گرو صاحب کا افضل ترین مذہب کے بارے میں فرمان ہے۔

سرب دھرم میں ، سریشٹھ دھرم
ہر ، کو نام جپ ، نرمل کرم
(صفحہ ۲۶۶)

یعنی ''سارے مذاہب میں سب سے افضل ترین مذہب، خدا کے نام کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا اور نیک اعمال کرنا ہے''۔ یہاں ''ہر'' بھی ایک خدا کا ایک اور روحانی نام ہے جس کے معنی ہیں جو ہر وقت ، ہر جگہ اور ہر ایک میں موجود ہے۔

شخصی طور پر سکھوں کے دس گرو صاحبان نے مل کر (۱۴۶۹ء سے ۱۷۰۸ء) دوسو انچالیس (۲۳۹) سالوں تک اس تحریک کے تخیل کو مکمل کیا اور پروان چڑھایا۔

چنانچہ تیسرے گرو شری گرو امرداس جی کا فرمان ہے۔

جگت جلندا ، رکھ لئے ، اپنی کرپا دھار
جت دوارے ابرے ، تتے لیو اُبار
(صفحہ ۸۵۳)

یعنی ''یہ دنیا اپنے بُرے اعمال کی آگ میں جل رہی ہے۔ اسے خدا رحم کر ۔ یہ جن جن دروازوں اور راستوں (مختلف مذاہب) سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں انھیں بچالے اور حفاظت کر''۔

دسویں گرو شری گرو گوبند سنگھ جی تک سکھوں کے بارے میں یہ سمجھا جانے لگا تھا کہ سکھ دراصل ہندو مذہب کی ایک شاخ ، نانک پرست یا نانک پنتھی ہیں جس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے اُنھوں نے اپنے کلام کے ذریعہ نعرہ دیا

مانس کی جات، سبھئے ایکئے پہچان بو
یعنی ''ساری انسانیت کو ایک مذہب سمجھو''۔

انھوں نے سکھوں کی تنظیم کی اور اسے ''واہگر و جی کا خالصہ'' کا نام دیا ہے۔ یعنی واہگرو یعنی سبحان اللہ کے آزاد اور بے خوف بندے'' کے نام سے موسوم کیا۔''خالصہ'' لفظ عربی زبان کا ہے جس کے معنی ایسی زمین کے ہیں جو کسی فرد کی ملکیت نہ ہو یعنی بادشاہ کی ہے۔ مغلوں کے دور سے مالگذاری کا سسٹم رائج کیا گیا ہے جب سے اس لفظ کا استعمال ہندوستان میں شروع ہوا اور ابھی تک رائج ہے۔ اس لفظ کا استعمال ہندوستانی زبانوں میں آزاد اور بے خوف خدائی بندوں کے لئے بھی کئے جانے کے ثبوت کے طور پر پیش ہے حضرت بابا شیخ کبیر جولاہا قدس سرہٗ کا کلام۔

کہو کبیر جن بھئے خالصے ، پریم بھگت جہہ جانی

(صفحہ ۶۵۵)

یعنی ''کبیر کہہ رہے ہیں کہ وہ لوگ خالصہ ہو گئے ہیں جو خدا کی عبادت میں مگن ہو کر بے خوف ہو گئے ہیں''۔ بعض کینہ پرور، مفاد پرست یا نادان قلمکاروں کا اس لفظ کا ترجمہ خالص کرنا دوسرے مذاہب سے دوری پیدا کرنے اور اصل مفہوم سے انحراف کرتے ہوئے برتری اور کمتری کی خلیج پیدا کرنے کی سازش ہے۔ جبکہ گرو صاحبان نے اپنے آپ کو خادم کے لقب سے مخاطب کیا تب اپنے مریدوں کو دوسروں سے برتر کیسے کہہ سکتے ہیں؟ کیا انھیں خالص کہنا دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو ملاوٹ شدہ کہنے کے مماثل اور ان کی تضحیک نہیں ہے؟ ایسی سوچ سکھ عقیدے کے بالکل برعکس ہے۔ اسی طرح ''راج کرے گا خالصہ، عاقی رہے نہ کوئے'' کا بھی یہ ترجمہ کرنا کہ سکھ ہی راج کریں گے جب کوئی باقی نہیں رہے گا۔ انتہائی واہیات اور غلط ہے جب کوئی باقی ہی نہیں رہے گا تو راج کس پر کریں گے؟ اس کا صحیح مفہوم ہے ''سبحان اللہ کے آزاد اور بے خوف بندے راج کریں گے اور کوئی عاقی (عربی کا لفظ خدا سے منکر) باقی نہیں رہے گا یعنی خدائی بندوں کی حکومت ہوگی۔ خالصہ لفظ کے استعمال کی ایک اور خوبصورت مثال سنہ ۲۰۰۲ء میں تعمیر شدہ ''جامعہ مسجد عالمگیر خالصہ بنڈلہ گوڑہ'' حیدرآباد میں فلک نما کے قریب

موجود ہے۔ آج سے تقریباً چار سو سال پہلے ''چار مینار'' کی مشہور عمارت کی تعمیر کے لئے اطراف و اکناف سے بیل بنڈیوں میں پتھر لائے جاتے تھے اور موجودہ شہر حیدرآباد کے اطراف جہاں بنڈیاں ٹھہرا کرتی تھیں وہ پانچ مقامات آج بھی بنڈلہ گوڑہ کے نام سے موسوم ہیں جن میں سے یہ ایک ''خالصہ بنڈلہ گوڑہ'' بھی ہے جس کے بادشاہی زمین ہونے کے بناء پر اس علاقہ کو خالصہ کے نام سے منسوب کیا گیا تھا۔

۱۶۹۹ء کی بیساکھی کو آزمائش کے بعد مختلف مذاہب اور ملک کے مختلف سمتوں سے تعلق رکھنے والے پانچ افراد کو امرت پلا کر ''واہگرو جی کا خالصہ'' بنایا اور نام کے ساتھ سنگھ یعنی شیر کا لفظ لگایا۔ پھر اُنہی پانچ پیاروں سے کہا کہ وہ بھی انھیں امرت پلا کر خالصہ بنائیں۔ تب سے گرو گوبند رائے جی سے شری گرو گوبند سنگھ جی کہلائے جانے لگے۔ اس لحاظ سے اپنے ہاتھوں سجائے گئے خالصہ کے ہاتھوں خود بھی خالصہ بن کر مساوات کی نئی مثال قائم کی۔ یہی نہیں بلکہ پانچ خالصہ کو اپنا گرو مان کر ان کے حکم ماننے کی دو مثالیں موجود ہیں اور ایک مثال اپنے آپ کو ان کے حکم سے تنخواہ (مذہبی سزا) بھی لگوائی اور تعمیل بھی کی۔

خالصہ کا مذہب سے بالاتر ہونے کے ثبوت کے طور پر گرو صاحب نے اپنے بعد گرو یائی کی جانشینی کے لئے مقدس کتاب کا انتخاب کرتے ہوئے اسے سکھوں کے موجودہ گرو شری گرو گرنتھ صاحب کا درجہ دے دیا۔ دوسرے مذاہب کی مقدس کتابوں سے یہ مختلف اس لئے ہے کہ اس کا درجہ ان کے ماننے والوں کے لئے زندہ جاوید گرو (پیغمبر۔ مرشد) کے ہے اس لئے اس کی بہت زیادہ تعظیم کی جاتی ہے۔ سکھوں کی عبادت گاہوں میں یہی مقدس کتاب ہوتی ہے جس کو پڑھنا، سننا اور اس میں مختلف اولیائے دین کی دی ہوئی ہدایات پر عمل کرنا ان کا فریضہ ہے۔

گجرات میں پیدا ہوئے اور راجستھان میں بسے۔ سنت دادو دیال جی (۱۵۴۴ء۔۱۶۰۳ء) کا خوبصورت دوہا ہے۔

جے پہنچے تے کہہ گئے ، تن کی ایکئے بات
بسھئے سیانے ایک مت ، اُن کی ایکئے بات

یعنی ''جو خدا تک پہنچ گئے یعنی اُس کے وجود کو پہچان گئے انھوں نے ایک ہی بات کہی ہے۔ سب سمجھدار ایک ہی خیال کے حامی ہیں اور اُن کی ذات بھی ایک ہی ہے۔ یعنی وہ سب ایک ہی مذہب انسانیت سے تعلق رکھتے ہیں اور مذاہب کے مختلف ہونے سے وہ متفق نہیں ہیں''۔

اس مقدس کتاب کا بین المذہبی ڈائجسٹ ہونا اور اُس میں موجود مختلف مذاہب کے مصنفین کا ایک خدا اور ایک انسانیت کے پیام کو عام کرنا کی کوشش اس بات کا ثبوت ہے کہ سارے مذاہب کی بنیاد اور وجود میں آنے کی وجوہات مشترک ہے۔ مختلف زبانوں اور مختلف طور طریقوں سے عبادت کئے جانا مختلف حالات کا نتیجہ ہو سکتے ہیں لیکن معبود کے مختلف ہونے کا خیال قرین قیاس اور ناممکن ہے۔ اس میں شامل الہامی کلام یہ درس دیتا ہے کہ بین المذہبی مذاکرات آج کے دور کی شدید ضرورت ہے جس سے نسل انسانی کی صحیح خدمت اور خدا کی خوشنودی حاصل کی جاسکے گی۔ انسانیت کی بقاء، نشونما، قیام امن کے لیے آج کی نسل کو تشدد سے روکنا اور آپس میں سب کے ساتھ پریم اور پیار کے ساتھ رہنا اور دوسروں کے عقیدوں سے متفق نہ ہوتے ہوئے بھی سمجھنے کی کوشش کرنے میں ہی سب کے ایک معبود کی عبادت ہے۔

☆.....○.....☆

۳۔ اختلاف میں اتفاق

ہر خدا پرست کا ایقان اور عقیدہ ہے کہ بغیر خدا کے مرضی کے پتہ بھی ہل نہیں سکتا۔ پھر مختلف مذاہب کیونکر وجود میں آئے؟

اس سے ظاہر ہے کہ یہ سب بھی خدا کی ہی مرضی سے وجود میں آئے ہوں گے۔ ورنہ کسی بشر کی اتنی استطاعت نہیں ہوسکتی۔ اپنے آپ کو خدا سمجھنے اور کہلوانے والے سارے کے سارے فنا ہوگئے۔ مختلف دور میں حالات کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے خدا نے اپنے مخصوص بندوں پر الہام نازل کیا کہ اُس کے پیام کو عام کریں یہ اور بات ہے کہ ہم اِن پیامات میں اتفاق پیدا کرنے والی ہدایات کو نظرانداز کرتے ہوئے اختلافات ڈھونڈنے اور اس کی تشہیر کرتے ہوئے اپنی اپنی دیڑھ اینٹ کی مسجد (محاورہ ہے) الگ الگ بنالی۔ اور خدا کی اجارہ داری کا اعلان کردیا۔

کارن، کرن، کراونو سبھ بدھ ایکئے ہاتھ۔

جِت، جِت لاوہ، تِت تِت لگہہ نانک، جنت، اناتھ۔

(صفحہ ۲۵۷)

یعنی ''پانچویں گروشری گروارجن صاحب کا فیصلہ ہے کہ ''وجہ بھی وہی ہے، کرنے والا بھی وہی ہے، کروانے والا بھی وہی ہے۔ سب ایک ہی کے ہاتھ میں ہے، نانک کہہ رہے ہیں میں ایک یتیم جاندار وہی سب کچھ کرتا ہوں جس کی تو مجھے ہدایت دیتا ہے۔'' ان ہی گرو صاحب کا قطعی فیصلہ ہے کہ

فریدا! خالق، خلق، مہہ، خلق وسئے رب ماہہ
مندا کس نوں آکھیئے، جاں تس بن کوئی ناہہ

(صفحہ ۱۳۸۱)

یعنی ''حضرت بابا شیخ فرید شکر گنج کے ایک دوہے کی تشریح کرتے ہوئے شری گرو ارجن صاحب فرما رہے ہیں کہ خالق اپنی خلقت میں بسا ہوا ہے اور خلقت اپنے تخلیق کرنے والے رب میں بسی ہوئی ہے۔ جنھیں ایک دوسرے سے جدا نہیں سمجھا جا سکتا۔ پھر بُرا کسے کہہ سکتے ہیں جب کہ اس کے بغیر کسی کا کوئی وجود نہیں ہو سکتا۔''

''شری گرو گرنتھ صاحب کی تصنیف میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جن کا کلام شامل کیا گیا ہے وہ ان کے اصل زبان اور مفہوم میں ہو۔ اس میں کسی قسم کا ردوبدل نہیں کیا گیا۔ البتہ گرو صاحبین کے یا اور دوسرے مصنفین کے کلام سے کسی غلط فہمی پیدا ہونے کے اندیشوں کو دور کرنے اپنے طور پر مزید صراحت کرنے کیلئے اپنے نام اور عنوان سے الگ کلام لکھتے ہوئے اُن کے اصل مضمون کے ساتھ شامل کر دیا۔ تا کہ اصل کلام کا تقدس برقرار رہ سکے۔ جیسے کہ گرو صاحب نے اوپر دیئے گئے اصل دوہے کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے الفاظ میں اس کے بارے میں مزید صراحت اپنے نام سے فرمائی تا کہ غلط فہمی دور کی جا سکے۔۔

☆.....○.....☆

۴۔ کس زبان میں ہے؟

عام طور پر یہ تصور پایا جاتا ہے کہ یہ مقدس کتاب پنجابی زبان میں ہوگی جو حقیقت کے بالکل برعکس ہے۔ زبان کا تعلق زمین سے ہوتا ہے، مذہب سے نہیں ہوتا۔ پنجابی ایک علاقائی زبان ہے جو ہندوستان اور پاکستان کے دونوں تقسیم شدہ علاقوں میں بولی جاتی ہے۔ جب کہ یہ مقدس کتاب ذیلی براعظم مشترکہ ہندوستان کے عام بول چال کی بولی اور سمجھی جانے والی مختلف بولیوں اور زبانوں پر مشتمل ہے۔ اسی طرح ہندوستانی قومیت کا تصور دینے والی سکھ تحریک کے بانی شری گرو نانک صاحب نے اس غیر منقسم ملک کے طول وعرض، شمال اور جنوب کے دورے فرمائے اور وہاں کے اپنے سے پہلے ڈھائی سو سالوں میں گزرے ہوئے اولیاء کے کلام کو اکٹھا کیا۔ مختلف زبانوں کے کلام کو ایک آسان رسم الخط میں لکھنے کے لئے اپنے جانشین کو ہدایت فرمائی اس طرح دوسرے نانک شری گرو انگد صاحب نے جو رسم الخط ایجاد فرمائی وہ گرمکھی کے نام سے مشہور ہوئی۔ جبکہ زمانہ قدیم سے پنجابی زبان دیہی علاقوں میں مقامی رسم الخط میں اور شہری علاقوں میں اُردو، فارسی کے رسم الخط میں لکھی جاتی تھی چنانچہ پاکستان پنجاب میں یہ رسم الخط ''شاہ مکھی'' نام سے مشہور ہوئی اور ہندوستانی پنجاب میں ''گرمکھی'' کو اس کا رسم الخط تسلیم کرلیا گیا۔ اس طرح یہ مقدس گرنتھ صاحب عوامی زبانوں کے علاوہ فارسی، سنسکرت اور سہسکرتی زبان کے کلام پر مشتمل ہے۔ (۳۶) چھتیس اولیاء کرام کے کلام اس میں شامل ہیں جو عام طور پر مذاکرات اور مکالمات کے شکل میں ہیں جس میں سوال بھی شامل ہیں اور انھیں دور کرنے والے شکوک اور شبہات کے جوابات کی شکل میں ہیں۔ چنانچہ ایسا کوئی کلام شامل نہیں ہے جو

گوشہ نشینی اور تنہائی میں رقم کیا گیا ہو۔ پانچ سو سالوں کے دور میں گزرے (۱۴۶۹ء۔۱۶۷۵ء) ارشادات جس کا انھیں خدا کی طرف سے الہام ہوا اور عوامی زندگی کی تجربہ گاہوں میں کامیاب زندگی گزارنے کے ہدایات پر مشتمل ہے۔ جبکہ یہ بھی ایک غلط فہمی ہے کہ یہ محض روحانیت کے درس دینے والی کتاب ہے۔

شری گرو گرنتھ صاحب میں درج کلام کو ''گربانی'' کہتے ہیں جس کے طرز تحریر کے بارے میں یہ بھی غلط فہمی ہے کہ یہ ہندی کے رسم الخط دیوناگری کی طرز پر لکھی جاتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ یہ بائیں سے دائیں جانب لکھی جاتی ہے اور تلفظ کی ادائیگی کے لئے آواز کی بنیاد پر اعراب (ماترائیں) دیئے جاتے ہیں لیکن ''گربانی'' اس طرز پر بالکلیہ منحصر نہیں ہے۔ اس میں بھی ایک خوبصورت امتزاج ہے اُردو کے طرز تحریر میں عام طور پر حروف پر اعراب نہیں دیئے جاتے بلکہ متن کے لحاظ سے سمجھ کر تلفظ ادا کئے جاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح گربانی بھی سمجھ کر پڑھی جاتی ہے اور ہر مقام پر اعراب دیئے گئے نہیں ہیں۔ اور بعض جگہوں پر چھوٹی اِی (f) کے ماترا اور چھوٹے اوُ (ੁ) کی ماتراؤں کا تعلق آواز اور تلفظ سے نہ ہو کر معنی سے ہے جس کے لئے ایک قواعد (گرامر) منظّم کی گئی ہے تا کہ کلام کا مفہوم صحیح سمجھا جاسکے۔

☆......○......☆

۵۔ تصنیف، تالیف اور مرتبہ

کلام اکٹھا کرنے کا کام پہلے گروشری گرو نانک صاحب سے لے کر پانچویں گروشری گرو ارجن صاحب نے (۱۳۵) ایک سو پینتیس سالوں تک کرتے رہے اور پانچویں گرو نے اپنی نگرانی میں پانچ سالوں تک (۱۵۹۹۔۱۶۰۴ء) تک قلمبند کرواتے رہے اور ساتھ ساتھ اس میں درج کرتے ہوئے کلام کے بارے میں مختلف مقامات پر بقلم خود تحریر فرمایا۔ شدھ (صحیح ہے) اور ضرورت کے مطابق شدھ کیجے (تصحیح کیا گیا)۔ اس طرح اس کے متن کو مستند کر دیا۔

دسویں گروشری گرو گوبند سنگھ جی نے سکھ تحریک کو مکمل کرنے کے لئے ۱۶۹۹ء میں سکھوں کو امرت کی رسم کے ذریعہ "واہگرو جی کا خالصہ" کا نام دیا اور سنہ ۱۷۰۵ء میں نویں گروشری گرو تیغ بہادر جی کا کلام اس میں درج کرتے ہوئے مکمل کیا۔ اپنے سے پیشرو بزرگوں کے احترام کے مدنظر اور چونکہ اُن میں دیئے جانے والی ہدایات کی تکمیل ہو چکی تھی اس لئے اپنا کوئی کلام اس جلد میں شامل نہیں کیا۔ اس ملک کے مشرقی علاقہ بہار کے شہر پٹنہ میں پیدا ہونے والے، شمال کے علاقوں ہماچل پردیش اور پنجاب کے علاقوں میں تحریک چلانے والے دسویں گرو نے جنوب کے علاقہ ریاست حیدرآباد کے شہر ناندیڑ جو اب مہاراشٹرا میں شامل ہے کے مقام پر اس مقدس کتاب شری گروگرنتھ صاحب کو اپنا جانشین گرو نامزد کر دیا۔ اس طرح سکھ تحریک کو (۲۳۹) دوسو انتالیس سالوں میں شخصی دس ۱۰ گرو صاحبان کے دور میں مکمل کئے جانے کے بعد کسی ایک فرد کو گرو ماننے کے سلسلے کو ختم کرتے ہوئے ۱۷۰۸ء میں اس مقدس کتاب کو گرو کا درجہ دے دیا۔ تب ہی سے یہ شری گروگرنتھ صاحب کہلانے لگے اور ان کے دربار (موجودگی)

میں پانچ خالصہ کو گرو کی حیثیت سے فیصلہ کرنے کا اعزاز بخشتے ہوئے انفرادی گرویائی کے سلسلے کو اجتماعی گرویائی میں تبدیل کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ سکھوں کے پانچ تخت مانے گئے جہاں سے قومی حکم نامہ (فرمان) جاری کئے جاتے ہیں جن کو ماننا ہر سکھ پر لازم ہے ورنہ قوم سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ یہ بھی ملک کی قومی نمائندگی کرتے ہیں جبکہ شمالی علاقہ پنجاب میں تین، مشرقی علاقہ پٹنہ میں ایک اور جنوبی علاقہ ناندیڑ میں ایک واقع ہے۔

دسویں گرو شری گرو گوبند سنگھ جی نے سکھ تحریک کو مکمل کرتے ہوئے اس مقدس کتاب کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''آگیا بھئی اکال کی، تبھی چلائیو پنتھ
سبھ سکھن کو حکم ہے، گرو مانیو گرنتھ۔
گرو گرنتھ جی مانیو، پرگٹ گراں کی دیہہ
جو پربھ کو مل بوجھے، کھوج شبد میں لے''۔

یعنی ''اکال (جس کی موت نہیں۔ خدا) کے حکم سے ہی میں نے یہ راستہ (پنتھ) بتایا ہے۔ سب سکھوں (مریدوں) کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس مقدس کتاب کو ہی اپنا گرو (مرشد) تسلیم کریں اور اس کو گرو کا شخصی وجود سمجھیں جو بھی خدا سے ملنا چاہتا ہے یعنی اس کے بارے میں واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہے اس کتاب کے شبد (الفاظ ۔ ہدایات) کی روشنی میں کھوج (تلاش) کرے''۔

☆......○......☆

۶۔ کس کی تصنیف ہے؟

ایک خدا اور ایک انسانیت کا پیام دینے والے (۳۶) چھتیس افراد کا اجتماعی کلام جنھیں پانچ سو سال کے عرصے میں الہام ہوا تھا پر مشتمل یہ تصنیف ہے۔ دنیاوی طور پر مختلف مذاہب سے متعلق سمجھنے والوں کے ایک مذہب یعنی بندگی، انسانیت اور مساوات کے تعلیمات کو ایک جلد میں شامل کرنا جہالت کے اندھیرے کو دور کرنے کی ایک ناقابل فراموش کوشش ہے۔ مختلف مذاہب اور مسلک خدا کو لاتعداد اس کے اوصافی ناموں سے یاد کرتے ہیں لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ہم عبادت گذاروں نے اپنے واحد معبود کو آپس میں بانٹ لیا ہے اور اپنے دیئے گئے ناموں پر اکتفا کرتے ہوئے اس کو مخاطب کرنے والے دوسرے ناموں کو غلط ٹھہرانے میں سبقت لے جانا چاہتے ہیں۔ اس تفریق کو مٹانے اور اس کی وحدت پر ایمان لانے اور ایقان رکھنے کے لئے اس کی ذات کو جہاں اور کئی ناموں سے یاد کیا گیا وہاں گرو صاحبان نے ایک اور نئے نام کا اضافہ کر دیا وہ ہے (ا) ''ایک'' کا ہندسہ۔ اس لئے شری گرو گرنتھ صاحب ''(ا)'' کے ہندسہ سے شروع ہوتا ہے۔ اس بات کا بھی خیال رکھا گیا کہ یہ لفظ میں نہ لکھا جائے جس کے مختلف تشریحات بھی کئے جا سکتے ہیں لیکن ہندسہ کی کوئی دوسری تشریح ہو ہی نہیں سکتی اور نہ ہی کوئی اور مطلب اخذ کیا جا سکتا ہے۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ (۵۲۴) ابواب اس (ا) کے ہندسہ سے شرع ہوتے ہیں۔ جسے ''منگلا چرن'' کہتے ہیں اس (ا) کے نام کے ساتھ مختصر تعارف بھی دیا گیا تاکہ اُس (ا) کو سمجھنے میں کوئی غلطی کا احتمال نہ رہ جائے۔ اس کے متن میں متعدد بار اس کے واحد ہونے کے ساتھ ساتھ لاتعداد اوصاف کو مختلف طریقوں سے سمجھایا

گیا تاکہ اس کتاب کو پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کرنے والوں کے ہر اندیشے کی تفصیلی صراحت کرتے ہوئے قطعی فیصلہ حضرت شیخ کبیر جولاہا قدس سرہٗ نے فرمادیا۔

''اللہ پاکنگ پاک ہے، شک کروں جہ دوسر ہوئے''۔

(صفحہ۷۲۷)

یعنی ''اللہ سب سے پاک اور افضل ہے۔اس میں شک کرنے کی گنجائش تب ہوسکتی ہے جب کہ کوئی دوسرا بھی موجود ہو''۔

اس جلد میں انسانیت کے (۳۶) چھتیس عظیم رہنما شامل ہیں جنھیں عوام مذہب سے جوڑتے ہیں اُن میں (٦) چھ سکھ گرو (۷) مسلمان۔(۲) اچھوت سمجھے جانے والے۔ایک سکھ اور باقی ہندوؤں کے مختلف فرقوں سے منسوب کئے جاتے ہیں۔اس مقدس کتاب کو گرو کا درجہ دینے کے بعد ان سب کا کلام سکھوں کے لئے گرو کی حیثیت رکھتا ہے جن میں کوئی تفرق نہیں سمجھی جاتی۔اور ہر ایک کی کہی ہوئی نصیحتوں کو اپنی زندگی کے لیے مشعل راہ سمجھتے ہیں۔یہی بنیادی وجہ ہے کہ اس تصنیف کو گرو ماننے والے سکھ عقیدت مند فرقہ وارانہ تعصب میں ملوث نہیں ہوتے اور نہ ہی ہوسکتے ہیں۔اور ان سب کے کلام کو سجدہ کرتے ہیں۔اس لیے ہر ایک کے مذہبی عقیدے کی آزادی اور احترام کے لیے برسرپیکار رہتے ہیں نہ ہی کسی کے مذہب کے تبدیلی کی ہمت افزائی کرتے ہیں۔سکھ ایک تبلیغی مذہب نہ ہونے کے باوجود اگر کوئی شخص ہدایات پر عمل پیرا ہونا چاہے تو اس کو اپنے زمرہ میں شامل ہونے سے روکتے بھی نہیں ہیں۔

☆......○......☆

۷۔ مصنفین کا تعرف اور ترتیب

اس تصنیف میں شامل کلام میں کسی کو ترجیح نہیں دی گئی بلکہ ترتیب کے لئے پہلے سلسلے میں (۶) چھ گرو صاحبان کا کلام اور اس کے بعد دوسرے کلام کو رکھا گیا۔ ابواب کو راگوں کے لحاظ سے تقسیم کیا گیا۔ اس کتابچے کے مضمون کی تنگ دامنی کی وجہ سے چند ایک کا تعرف ذیل میں درج ہے۔ سکھ تحریک کے بانی شری گرو نانک صاحب (۱۴۶۹ سے ۱۵۳۹ء) کی ولادت موضع تلونڈی۔ ضلع لاہور پاکستان پنجاب میں مہتہ کلیان چند بیدی کے گھر ہوئی۔ پھر آپ سلطان پور لودھی منتقل ہوگئے اور سرکاری گودام (مودی خانہ) کے اُمور کو دس سال تک انجام دیا اور فلسفہ وحدت کی تبلیغ کرتے ہوئے ضرورت مندوں کی امداد کرتے رہے۔ اس دور میں وہاں موجود اس دور کے عظیم الشان کتب خانے سے بھرپور استفادہ کیا۔ بچپن میں عربی، فارسی، سنسکرت اور ریاضی کی تعلیم حاصل کی اور اساتذہ کو حروف کے معنی پوچھ کر حیرت زدہ کردیا۔ انسانیت میں تفریق پیدا کرنے والے جنیو (زنار) کو پہننے سے انکار کردیا۔ آپ کے والد (۲۰) بیس روپے اُس زمانے کی خطیر رقم لاہور سے ساز و سامان لاکر دکان کھولنے کے لئے دی تب راستے میں ملے کئی دنوں سے بھوکے فقیروں کو کھانا کھلانے میں صرف کردیئے اور کہا کہ ''سچا سودا'' یعنی حقیقی تجارت یہی ہے۔ گھریلو ذمہ داریوں کو پورا کرنے اور ۲۷ سال کی عمر میں دوسرے لڑکے کے تولد ہونے اور گھریلو ذمہ داریاں پوری کرنے کے بعد ۱۴۹۶ء سے باہر سفر پر روانہ ہوئے جبکہ بھگت کبیر صاحب ایک سال قبل ہی انتقال فرماگئے تھے۔ اگر آپ کسی مذہب کی بنیاد ڈالنا چاہتے تو ان کا اپنا علاقہ پنجاب اور ملک ھندوستان تنگ نہیں تھا۔ اِن کے مدنظر عالم انسانیت کو

مذہبی آزادی دلانا اور عوام کو مذہبی ٹھیکہ داروں کے گمراہ کن رسومات میں اُلجھا کر ذہنی غلام بنائے رکھنے والوں کے ہتھکنڈوں سے نجات دلا کر عوام کو اپنے پیدا کرنے، پالنے اور مارنے والے ایک ذات سے جوڑ کر آپس میں پریم پیار پیدا کرنا تھا۔

خدا تک پہنچنے کے لئے کسی درمیانی شخصیت کے بہکاوے آنے کے بجائے عوام کو شبد (کلام۔علم۔گیان) سے مربوط کیا تاکہ خود پڑھ کر سمجھ کر، اور اس کے بموجب زندگی کو ڈھال سکیں۔ اور سارے مذہبی کتابوں کو صحیح قرار دیا۔ بھگت کبیر جی کا شبد ہے

بید ، کتب ، کہو مت جھوٹے

جھوٹا جو نہ بچارے

(صفحہ ۱۳۵۰)

یعنی''' کتب یعنی عصرانی مذاہب (Semitic Religions) یعنی یہودی، عیسائی اور اسلام مذاہب) کی کتابیں یا بید یعنی ہندوستانی مذاہب کی کتابیں جھوٹے اور غلط نہیں ہیں۔ جھوٹے وہ ہیں جو اس کے مفہوم کو صحیح نہیں سمجھ سکتے۔'' گرو صاحب نے چالیس سال کے عرصے میں دنیا کے بیشتر ممالک کا چالیس ہزار میل کا سفر چار دوروں میں مکمل کیا جس میں تقریباً (۱۰) دس سال مسلم ممالک میں گزارے۔ ان کے ساتھ ایک ہندو بھائی بالا اور ایک مسلمان بھائی مردانہ بھی ہم سفر رہتے تھے۔ واپس آ کر تار پور موضع آباد کیا اور وہیں پر ۱۵۳۹ء میں وصال فرماگئے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان انھیں جلانے اور دفنانے کے لئے تنازعہ پیدا ہوا لیکن جب چادر ہٹائی گئی تب سوائے پھولوں کے جسم موجود نہیں تھا۔ دونوں نے آدھا آدھا بانٹ کر راوی ندی کے کنارے دفنایا اور جلایا جس کو راوی کی طغیانی نے بہادیا۔ اپنے تعلیمات کے سلسلے کو جاری رکھنے ۱۵۳۹ء میں اپنی زندگی میں ہی جانشین مقرر کرتے ہوئے سبکدوشی اختیار کی اور باقی زندگی کھیتی باڑی میں مصروف رہے۔

گرو صاحبان

اس صحیفہ میں چھ (٦) گرو صاحبان کا کلام درج ہے۔

گرونانک صاحب نے گرویائی کے سلسلہ کو جاری کیا لیکن اسے خاندانی وراثت نہیں بننے دیا۔ اپنے بیٹوں سری چند جی (جنھوں نے ''اُداسی'' فرقہ کی بنیاد ڈالی) اور لکھمی چند جی کے ہوتے ہوئے اپنے مرید لہنا جی کو انگد (اپنے جسم کا حصہ) کا نام دے کر اس سکھ تحریک کو جاری رکھنے کے اصول، ہدایات اور اپنا اکٹھا کیا ہوا کلام حوالے کرتے ہوئے اپنا مستقر کھڈور صاحب (دوسرا مقام) بنانے کو کہا۔ اسی طرح دوسرے گرو یعنی دوسری جوت (جیوتی یعنی روشنی) اس کا مطلب روح اخذ کرنا غلط ہوگا کیونکہ روح کے بغیر جسم میں زندگی باقی نہیں رہتی اور ایک ہی وقت میں چار گرو صاحبین (گرو بننے سے پہلے) بھی بقید حیات رہتے ہوئے صرف ایک ہی کو گرویائی دی جاتی رہی۔ دوسرے گرو صاحب نے مختلف رسم الخط میں لکھے ہوئے مختلف زبانوں کے کلام کو لکھنے کے لئے ''گرومکھی'' رسم الخط کو ایجاد کیا اور اپنے پاس موجود سارے کلام کو اس ایک رسم الخط میں لکھوایا اور پہلے گرو صاحب کے سفر نامے قلمبند کروائے۔ اجتماعی عبادت کے مقام سنگت یا دھرم شالاؤں میں گرمکھی سکھلائی اور پڑھائی کا کام شروع کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ذہنی تربیت کے علاوہ جسمانی طور پر قوم کو مضبوط بنانے کے لئے ورزش اور اکھاڑے شروع کئے۔ اس طرح قوم کو موجودہ شکل دینے کے اقدامات شروع کئے گئے۔ اپنے دو بیٹے داتو اور داسو کے ہوتے ہوئے ۱۵۵۲ء میں شری امرداس جی کو تیسرے گرو کے طور جانشین بنایا جن کی عمر اس وقت ۷۳ (تہتر) سال کی تھی جنھوں نے ۲۲ سال گرویائی کی ذمہ داری بخوبی نبھائی۔ اور اُنھیں گوئیند وال صاحب (الگ مقام) کو اپنا مستقر بنانے کے لئے کہا۔

اس لحاظ سے ایک روایت بنائی گئی کہ ہر دور میں ہر گرو صاحب اپنا مستقر مقام تبدیل کرتے رہے تاکہ معتقدین کسی مخصوص مقام سے نہیں بلکہ شبد (کلام) علم اور گیان سے جڑے

رہیں نہ کہ کسی مقام اور شخصیت سے۔ چنانچہ کسی کی زیارت، مقام پرستی اور شخصیت پرستی کے رجحانات کو خدا پرستی کے تصور سے بالکل اُلٹ قرار دیا۔

مسلمان مصنفین

اس جلد میں (۷) سات مسلمان مصنفین شامل ہیں۔ جن میں اتر پردیش کے بھگت بھیکن جی (۱۴۸۰۔۱۵۷۳ء) اور حضرت بابا شیخ کبیر جولاہا قدس سرہ (۱۱۷۵ سے ۱۲۶۵ء) جو پیشہ سے جولاہے تھے۔ سندھ موجودہ پاکستان کے بھگت سدنا جی (جن کی ولادت ۱۱۸۰ء میں ہوئی اور پیشہ سے قصاب تھے۔ پنجاب کے بھائی مردانہ جی (۱۴۵۹۔۱۵۳۴ء) جو ذات کے میراثی تھے بچپن ہی سے تمام عمر گرونانک صاحب کے ساتھ رہے اور گرو صاحب کے ہاتھوں ہی ان کا کفن دفن ہوا۔ اِن کے علاوہ پنجاب سے ہی ستہ جی اور رائے بلونڈ جی جو ذات کے میراثی تھے گرو صاحب اور سنگت کی حضوری میں کیرتن (خدا کی حمد وثناء گاتے رہے۔) پنجاب کے ایک اور حضرت بابا شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر (۱۱۷۵ سے ۱۲۶۵ء) کا کلام اس میں شامل ہے۔ جن کا کلام ان کے گیارویں جانشین حضرت ابراہیم سے گرونانک صاحب نے حاصل کیا اور محفوظ کر دیا تھا۔ اِن کا کوئی اور کلام کسی بھی جگہ دستیاب نہیں ہے سوائے شری گرنتھ صاحب کے۔ اگر اس میں شامل نہیں کیا جاتا تو قیمتی ورثہ ضائع ہو جاتا تھا۔۔

سکھ مصنف:

پنجاب کے ایک سکھ مصنف بابا سندر جی (۱۵۶۰ سے ۱۶۰۳ء) جنھوں نے تیسرے گرو شری گر و امرداس جی کے آخری ہدایات کو قلمبند کیا۔

اچھوت مصنف:

اس جلد میں (۲) دو اچھوت سمجھے جانے والے مصنفین شامل ہیں جن کے طبقات کو اس

دور میں بھی مندروں میں داخل نہیں ہونے دیا اور باہر نکال دیا گیا آج بھی جن کے لئے دروازے بند ہیں۔ انہیں داخلہ دلانے کی غرض سے آندھراپردیش کے چیف منسٹر چندرابابو نائیڈو کچھ اچھوتوں کو ساتھ لے کر حیدرآباد کے بالاجی چلکور مندر میں گئے تب ناپاک کئے گئے اس مندر کو پاک کرنے کے لئے دوسرے دن دودھ سے دھویا گیا تھا اور حکومت بلند بانگ دعوؤں اور انتہائی سخت قوانین کی موجودگی کے باوجود خاموش تماشائی بنی رہی اور ان کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔ لیکن گرو صاحب نے (۴۰۰) چارسو سال سے زائد عرصہ سے انھیں اچھوتوں کو اس مقدس کتاب میں شامل کرتے ہوئے قابل احترام بنادیا۔ اُن کے کلام کو لائق سجدہ کا مرتبہ دے دیا۔

بھگت نامدیو جی (۱۲۷۰۔۱۳۵۰) کی ولادت موضع نرسی۔ ضلع ہنگولی۔ مہاراشٹرا میں ایک اچھوت سمجھے جانے والے دھیڑ ذات کے گھرانے میں ہوئی۔ یہ کوئی روایت نہیں بلکہ حقیقت آج بھی دیکھی جاسکتی ہے جبکہ اس ضلع کے ایک موضع ''اوندھا ناگناتھ'' کے ایک مندر میں داخل ہونے پر انھیں دھکے مار کر باہر کردیا گیا تھا۔ اُنھوں نے اس مندر کے پچھواڑے باہر بیٹھ کر بھجن گانا شروع کیا تب مندر کا داخلی دروازہ مخالف پچھلی سمت ان کی طرف گھوم گیا جو آج بھی اس واقع کا منہ بولتا ثبوت موجود ہے۔ ناندیڑ جانے لوگ تقریباً ۶۰ کلومیٹر دور یہاں بھی جایا کرتے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ قطعی نہیں اخذ کرنا چاہئے کہ وہ کسی مورتی کی پرستش کرتے تھے۔ وہ سب میں ایک خالق کی موجودگی محسوس کرتے تھے۔ چنانچہ ان کا شبد ہے۔

''سبھ گوبند ہے، سبھ گوبند ہے، گوبند بن نہیں کوئی۔

(صفحہ ۴۸۵)

یعنی ''گوبند۔ خدا کے انگنت اوصافی ناموں میں سے ایک خالق سبھ خلقت میں موجود ہے۔ خالق کے وجود کے بغیر خلقت کا کوئی وجود ہی نہیں ہوسکتا''۔

بھگت روی داس جی

(۱۳۷۸) بنارس۔ اتر پردیش کے ایک اچھوت سمجھے جانے والے چمار موچی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ تمام عمر انہوں نے پھٹی پرانی چپلیں اور جوتے کی مرمت کرتے اور بناتے ہوئے اپنی روزی کمائی۔ ان کے چیلوں میں قابل ذکر چتوڑ۔ راجستھان کے راجہ سنگرام سنگھ عرف رانا سانگا کی مہارانی جھالا بائی اور ان کی بہو مشہور بھگت میرابائی شامل تھے۔

ہندوؤں کے دیگر طبقات۔

اس جلد میں ہندوؤں کے ۲۰ دیگر طبقات کے مصنفین شامل ہیں جن میں چند کے بارے میں تذکرہ یہاں درج ہے۔

بھگت جئے دیو جی (۱۲۰۱ سے ۱۲۷۳) بنگال کے موضع کاندلی ضلع بیر بھوم کے برہمن گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کا کلام سنسکرت میں درج ہے۔ بھگت ترلوچن جی ۱۲۶۷۔ ۱۳۳۵) مہاراشٹرا کے ضلع شولاپور کے موضع بارسی میں پیدا ہوئے۔ جو ویش طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ بھگت سوامی رامانند (۱۳۶۶ سے ۱۴۶۷ء) اتر پردیش کے براہمن گھرانے میں پیدا ہوئے۔ بھگت پیپا جی (۱۲۲۶۔۱۵۶۲) راجستھان کے راجپوت راجہ تھے۔ بھگت سین جی (۱۳۹۰ سے ۱۴۴۰ء) ذات کے حجام مدھیہ پردیش میں پیدا ہوئے۔ بھگت دھنا جی (۱۴۱۵۔۱۴۷۵ء) ضلع ٹانک۔ راجستھان کے جاٹ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ بھگت پرمانند جی (۱۴۸۳۔۱۵۹۳ء) موضع بارسی ضلع شولاپور مہاراشٹرا کے براہمن گھرانے میں پیدا ہوئے۔ بھگت بینی جی کا دور پندرویں اور سولہویں صدی کا ہے آپ کی ولادت بہار کے ایک موضع اسنی کے ایک براہمن گھرانے میں ہوئی۔

☆......○......☆

۸۔ نماز کی تاکید

شری گرو گرنتھ صاحب اس لئے بین المذہبی ڈائجسٹ ہے جس میں ہندوؤں کا کلام اچھا ہندو بننے، مسلمانوں کا کلام اچھا مسلمان بننے اور گرو صاحبان کا کلام مذہب سے بالاتر ہو کر اچھے انسان بننے کی تعلیمات دی گئی ہیں۔

چنانچہ نماز پڑھنے کی جتنی سخت تاکید حضرت بابا شیخ فرید صاحب کے شامل کلام میں ہے اس کی مثال کسی دوسرے ادبی تخلیق میں نہیں ملتی۔ صفحہ (۱۳۸۱) پر آپ کا کلام یوں درج ہے:

فریدا بے نوازا کتیا یہ نہ بھلی ریت۔
کب ہی چل نہ آئیا پنجے وقت مسیت۔
اُٹھ فریدا وضو ساج صبح نواج گزار۔
جو سر سائیں نہ نوئے سو سر کپ اُتار۔
جو سر سائیں نہ نوئے سو سر کیجئے کائیں۔
کُنے ہیٹھو جلائیے بالنڑ سندیئے تھائیں۔

یعنی ''اے بے نمازی کتے! یہ کوئی اچھا طریقہ زندگی نہیں ہے کہ کبھی پانچ وقت نماز کے لئے مسجد نہ آسکا۔ اے فرید! اُٹھ اور وضو کر صبح کی نماز پڑھ۔ جو سر اللہ تعالیٰ کے سجدے میں نہیں جھکتا اسے کاٹ کر پھینک دے (اپنا سر۔ دوسروں کا نہیں)۔ اُس سر کا کیا مصرف ہے جو خدا کے سامنے سجدہ نہ کرے۔ گھڑے کے نیچے آگ جلانے کے لئے لکڑی کے بجائے چولہے میں لگا'۔

غرض یہ کہ اگر یہ سکھوں کی ہی کتاب ہوتی تو اس میں دوسرے عقیدوں اور ان کے ماننے

والوں کے کلام شامل نہیں کیئے جاتے اور نہ ہی ان کے عقیدوں کو ماننے کے لئے اتنی سخت تاکید کی تلقین کی جاتی۔۔

☆......○......☆

۹۔ ایک سطری شاعری

شاعری کے مضمون کی طوالت کو کم سے کم کرنے اور مختصر ترین الفاظ میں پورا متن بیان کرنے کا رجحان موجودہ دور میں جاپان کے شعراء نے شروع کیا جسے (Haiku) ''ہائیکو'' کا نام دیا گیا۔ تقریباً چار سو سال پہلے جاپانیوں نے اس اختصار بیانی کا کام شروع کیا جبکہ اُردو اور فارسی شاعری میں چار سطری ''رباعی'' اور ہندی میں دوسطری ''دوہے'' صدیوں پہلے سے موجود ہیں۔ اس نئے طرز ''ہائیکو'' کو جدید شکل ''ایک سطری شاعری'' کی دی گئی۔ جس پر بیسویں صدی میں فرانس France کے ایک شاعر نے طبع آزمائی کی۔ اس کے بعد یہ انگلستان اور امریکہ میں انگریزی زبان میں زیادہ مقبول ہوگئی۔ انتہائی تعجب کی بات ہے کہ اس صنف کی ہندوستان میں موجودگی کو کسی ادیب اور قلمکار نے آشکار نہیں کیا حالانکہ صدیوں قدیم مخطوطات دیکھنے کو ملتے ہیں جب کاغذ کے وجود میں آنے سے پہلے کے دور میں تاڑ کے پتوں پر لکھا جاتا تھا۔ شری گرو گرنتھ صاحب جس کی تالیف ۱۵۹۹ سے ۱۶۰۴ء تک ہوتی رہی میں یہ ایک سطری شاعری موجود ہے جب ساری دنیا اس فن شاعری سے ناواقف تھی کے بارے میں کسی کا دھیان نہیں گیا کیونکہ فن شاعری کا یہ صنف ناپید ہوگیا تھا۔ جس کسی عالم نے اس کی شبد تشریح کی یہ کہا کہ یہ صرف ایک سطر موجود ہے باقی کا کلام شائد تلف ہوگیا ہے۔ ایسی دلیل دینے والوں نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت بھی گوارہ نہیں کی کہ اس طرح اسے نامکمل کلام کہنے سے خود اس جلد

کے نامکمل ہونے کا اعتراف ہے جس سے اس کا تقدس متاثر ہوتا ہے جو قطعاً صحیح نہیں ہوسکتا۔ آج کے دور میں جب ایک سطری شاعری انگریزی میں مقبول ہورہی ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے ذخیرہ میں بھی اسے تلاش کرنے کی کوشش کریں اور اسے منظرعام پر لائیں تاکہ ہم اپنے ادبی ورثہ پر فخر کرسکیں۔

بھگت سور داس جی (۱۵۲۹۔۱۵۸۵ء) اتر پردیش کے براہمن تھے۔ جنہوں نے شہنشاہ اکبر کے گورنر کے طور پر اودھ کی ریاست سندیلا۔اتر پردیش میں خدمت دیا۔ان کا ایک سطری کلام حسب ذیل ہے۔

''چھاڈ من، ہر بے مکھن کو سنگ''

(صفحہ ۱۲۵۱)

یعنی ''اے دِل! ایسے لوگوں کی صحبت چھوڑ دے جو خدا سے بے مکھ (جن کا منہ دوسری طرف ہو یعنی منکر) ہوں''۔ یہ ایک سطر راگ سارنگ کی لئے، وزن اور بحر کے پیمانے پر پوری اُترتی ہے اس لئے اسے شامل کیا گیا۔ اس جلد میں شامل کلام کو اس کے مصنف کے نام کا عنوان دیا گیا اور ہر کلام کے بعد اُس کے اعداد و شمار دیئے گئے۔لیکن یہ ایک ہی سطر ہے اس لئے ابتداء میں اس کا عنوان نہیں دیا گیا اور نہ ہی بعد میں نمبر دیا گیا۔ جیسے کے اوپر تذکرہ کیا گیا کسی کلام کو تشریح کرنے کے لئے گرو صاحبان نے اپنے نام کے عنوان سے ان کے کلام کے ساتھ شامل کردیا۔ یہاں بھی ایسا ہی کچھ دیکھنے کو ملتا ہے۔

اس ایک سطری شبد سے پہلے کے شبد کا نمبر (٦) دیا گیا اور اس کے بعد کے شبد کا عنوان ''محلہ ۵ سور داس'' دیا گیا ہے یعنی ''پانچویں نانک کا شبد جو بھگت سور داس کے کلام کی تشریح کرتا ہے'' اور اس کا نمبر (۸) دیا گیا۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ زیر بحث شبد اپنے طور پر بالکل مکمل ہے اور اس کا نمبر (۷) ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ آج کے محققین اس نئے نظریّہ کے مدنظر روایتی طور پر کیئے گئے تشریحات پر نظرثانی کرنے کی زحمت کریں۔

۱۰۔ بندش اور تحفظ

اس جلد کی طرز تحریر میں ایک نئی جدت پائی جاتی ہے کہ ہر لفظ کی ادائیگی میں صحت اور تلفظ کا خصوصی خیال رکھا گیا۔ بعض جگہوں پر کسی ایک حرف (یعنی اکثر) کو دو اعراب (ماترائیں) دیئے گئے ہیں۔ جس میں سے ایک سے اس حرف کا حقیقی تلفظ ظاہر کرتا ہے اور دوسرے سے اس کے مخصوص راگ میں وزن کے اعتبار سے گائے جانے کی ہدایت ہے۔ شبد کے ہر بند (سطروں کی یکجا ترتیب) کو نمبر دیا گیا اور شبدوں کو نمبر دیئے گئے پھر ہر باب میں شامل جملہ شبدوں کا جوڑ لکھ دیا گیا۔ اس لحاظ سے اس کے متن میں ہیر پھیر کی گنجائش ختم کر دی گئی۔

شہنشاہ اورنگ زیب سے شکایتیں کی گئیں کہ اس جلد میں اسلام کی تضحیک کی گئی ہے تب اس نے اپنے ہمعصر ساتویں گروشری گرو ہررائے صاحب کو ۱۶۶۱ء میں اس کے دربار میں اس بات کی صراحت کرنے کے لئے دعوت دی۔ گرو صاحب نے اپنے بڑے رام رائے کو اس جلد کے ساتھ دہلی بھجوایا تا کہ شکوک کا ازالہ کیا جاسکے۔ بجائے اس کے کہ غلط سمجھے جانے والے لفظ کی صحیح صراحت کرتے انھوں نے صرف ایک لفظ کو بدل دیا۔ جس پر گرو صاحب نے حکم دیا کہ وہ چہرہ نہ دکھائیں، اُن سے اور ان کے متعلقین سے سکھ اپنا کوئی تعلق نہ رکھیں۔ جس حکم پر آج بھی پابندی کی جاتی ہے۔ رام رائے نے اورنگ زیب کو ایسا متاثر کیا تھا کہ اُسے دُون کی جاگیر عطا کی گئی جو اُترا کھنڈ کے ریاست میں موجود ہے جہاں اس نے اپنے والد اور گرو سے دھتکار دینے کے بعد ڈیرہ لگا دیا۔ جس کے بعد اس جگہ کا نام موجودہ ڈیرہ دون مشہور ہو گیا۔

☆.....○.....☆

۱۱۔ مساوات

اس جلد میں مختلف مکتب خیال، طبقات اور ذریعہ معاش کے پیشوں سے تعلق رکھنے والے مصنفین کو یکجا کرنا ان میں مساوات ہونے کا بین ثبوت ہے جو عالم انسانیت کی رہنمائی کے لئے اپنے اپنے عقیدے پر کاربند رہتے ہوئے دوسرے طبقات کے بارے میں صحیح نظریہ قائم کرنے میں معاون ثابت ہوسکتے ہیں۔ سکھ تحریک کے بارے میں ایک یہ بھی غلط فہمی ہے کہ یہ ہندو ازم اور اسلام کی چنندہ، اچھی اور مشترک باتوں کا امتزاج ہے۔ جس نظریہ سے اختلاف اس جلد میں صریحاً نظر آتا ہے جبکہ اس کے متن میں دونوں مذاہب اور انسانوں کے درمیان پیدا کی گئی نفرت اور فرق کی دیواروں کو مسمار کرنے، مساوات اور نزدیکیاں پیدا کرنے کے عظیم مقصد کی تعلیمات اس میں بھری پڑی ہیں۔

جیسے بھگت نامدیو جی کا کلام ہے۔

"ہندو پوجے دیہرہ، مسلمان میست۔
نامے سوئی سیویا، جہہ دیہرہ نہ میست۔

(صفحہ ۸۷۵)

یعنی "مندروں میں ہندو پوجا کرتے ہیں اور مسجدوں میں مسلمان عبادت کرتے ہیں۔ لیکن نامدیو اس کی عبادت کرتا ہے۔ جو مندر اور مسجد کی حدود تک محدود نہیں بلکہ اس سے بھی پرے ہے۔"

شری گرونانک صاحب کا مساوات کے بارے میں قطعی فیصلہ ہے۔

نیچاں اندر، نیچ جات، نیچی ہوں اتی نیچ
نانک تن کے سنگ ساتھ، وڈیاں سیوں کیا ریس

(صفحہ ۱۵)

یعنی ''نیچے یعنی کمتر سمجھے والے انسانوں میں سے بھی سب سے کم ذات کے لوگوں کے ساتھ نانک رہتا ہے۔ اونچے سمجھے والوں ذاتوں اور بڑے لوگوں سے میرا کیا واسطہ۔'' اس لحاظ سے سماجی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے محنت سے روزی روٹی کمانے کو محض عبادت کرنے پر ترجیح دی ہے۔ اِن کے تین بنیادی اصول، (۱) کرت کرو (حق حلال کی روزی کماؤ) (۲) نام جپو (خدا کے نام کو یاد کرو) (۳) ونڈ چھکو (بانٹ کر کھاؤ)۔ گرو صاحب کا فرمان ہے۔

گھال کھائے، کچھ ہتھوں دیئے۔ نانک راہ، پچھانئے سیئے۔

(صفحہ ۱۲۴۵)

یعنی ''نانک کہہ رہے ہیں کہ وہی شخص خدا کا حقیقی راستہ پہچان سکتا ہے جو محنت کر کے روزی کمائے پھر اپنے ہاتھوں تقسیم بھی کرے۔'' اس لحاظ سے خیرات دینے کے تصور کا متبادل بانٹنے کو ترجیح دی گئی ہے۔ جس سے کسی دینے والوں میں برتری اور لینے والے میں کمتری کا احساس نہ پیدا ہونے پائے اور مساوات برقرار رہے۔

یہ ایک غلط بیانی ہے کہ اس میں شہنشاہ بابر کے نام سے ''بابر وانی'' کے نام کا باب شامل ہے۔ شری گرو نانک صاحب بابر کے حملے میں جنگ و جدل کی تباہ کاریوں کے عینی شاہد تھے۔ انھوں نے یہ نہیں فرمایا کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان جنگ ہوئی بلکہ انھوں نے فرمایا:

مغل پٹھاناں بھئی لڑائی۔ رن میں تیغ وگاہی۔

(صفحہ ۴۱۸)

یعنی ''مغلوں اور پٹھانوں کے درمیان لڑائی ہوئی اور میدان جنگ میں تلواریں چلنے لگیں'' گرو صاحب اس وقت ایمن آباد۔ پنجاب میں ایک نیچی ذات کے غریب بڑھئی لالو کے

مہمان ٹھہرے ہوئے تھے۔ حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

بابروانی پھرگئی، کویر نہ روٹی کھائے۔

(صفحہ ۴۱۷)

یعنی ''یہ ڈھنڈورا پیٹا جارہا ہے (سرکاری اعلان کرنے کا قدیم طریقہ) کہ بابر کی بادشاہت قائم ہوگئی ہے۔ اب شہزادوں کو بھی روٹی میسر نہیں ہورہی ہے''۔ گرو صاحب کے انقلابی گیتوں کی وجہ سے اُنھیں جیل میں بند کردیا گیا تھا جنھیں بعد میں درویشانہ رویہ سے متاثر ہوکر رہا کیا گیا۔ اس شبد میں محض بابر کا نام آنے سے اسے ''بابروانی'' کے باب کا نام دینا غلط ترجمانی ہے۔

☆......○......☆

۱۲۔عورت کی عظمت

دنیا تمام میں عورت کا مقام ماں کے طور پر اور دیوئیں کے طور پر قابل تعظیم ہونے کے باوجود زمانہ قدیم سے آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی عورت کو اپنے شخصی اور ذاتی سامان کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور ان کے بارے میں مرد ہی قوانین مرتب کرتے اور لاگو کرتے ہیں۔ لیکن شری گرونانک صاحب نے عورت کو مرد کے مساوی ہی نہیں بلکہ اس سے بھی عظیم ہونے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

سو کیوں مندا آکھیئے ۔ جت جمے راجان۔
بھنڈو ہی بھنڈ اوپجئے۔ بھنڈے باجھ نہ کوئے۔
نانک بھنڈے باہرا، ایکو سچا سوئے۔
(صفحہ ۴۷۳)

یعنی ''اس کو بُرا کیسے کہہ سکتے ہو جو بادشاہوں اور پیغمبروں کو جنم دیتی ہے۔ بھنڈ (عورت) سے ہی عورت پیدا ہوتی ہے۔ عورت سے نسل آگے بڑھتی ہے۔ عورت کے بغیر صرف واحد ایک خدا ہی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ سب عورت کے مرہون منت ہیں۔'' اس لئے سکھوں میں ایام حیض میں بھی گردواروں میں داخلہ اور عبادت سے ممانعت نہیں ہے کیونکہ یہ ایک قدرتی عمل ہے جس سے کوئی عورت ناپاک نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ اپنے شخصی طور پر ناپاک نہ ہو۔

خواتین کو گھونگھٹ لینے سے بھی منع کیا گیا جس کی وجہ سے آگے دیکھنے کی نظر رُک جاتی ہے۔ شوہر کے انتقال پر باقی ماندہ اراکین خاندان کی دیکھ ریکھ کرنے کی ذمہ داری پوری کرنے کے بجائے شوہر کے چتا پر جل کر مرتے کے ''ستی'' کی رسم کو سختی سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تیسرے

گروشری گروامرداس صاحب کا پورا شبد شروع ہوتا ہے:

ستیاں یہ نہ آکھین ، جو مڑھیاں لگ جلن۔

نانک، ستیاں جانڑی ان، جے برہے چوٹ مرن۔

(صفحہ ۷۸۷)

یعنی ''بیوہ عورت کے شوہر کے چتا پر جل کر مرنے کو ستی مت سمجھو، حقیقی ستی تو وہ عورت ہے جو اپنے شوہر کے جدائی میں جلتی رہے اور اپنی سماجی ذمہ داریاں پورے کرے''۔ بیوہ عورت کو بے سہارا بنائے رکھنے کے بجائے مرد کی طرح اپنی مرضی سے اور ضروریات زندگی اور خاندان کو پورا کرنے کے لیے دوبارہ شادی کرنے کے رواج کو فروغ دیا اور مساوات کی روایت قائم کی۔

☆......○......☆

۱۳۔ شاستری سنگیت میں عوامی دھنیں

شری گروگرنتھ صاحب کے ابواب کی ترتیب شاستری سنگیت کے (۳۱) راگوں کی بنیاد پر کی گئی ہے۔ اور ہر باب میں ترتیب وار پہلے گروصاحبان اور پھر بھگتوں کا کلام درج کیا گیا جنھیں کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دی گئی ہے۔ سارے اندراجات کو ''گربانی'' کی حیثیت اور مساوی درجہ حاصل ہے۔ جن ہدایات سے گرو کے حکم کے طور پر زندگی جینے کی رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔

موسیقی یعنی سنگیت (ساز) صرف انسانی دلوں و دماغوں پر ہی گہرا اثر نہیں کرتے بلکہ زمانہ قدیم سے یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ جانوروں پر بھی اس کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور حالیہ تحقیقات سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ پیڑ پودوں پر بھی اس کے مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ قرآن مجید اور کسی حدیث میں بھی اس کی ممانعت نہیں کی گئی ہے۔ بلکہ بعض مسلمانوں نے اس مسحور کن وصف کی وجہ سے موسیقی کی اپنے طور پر ممانعت کی اس کی۔ لیکن اس کے برخلاف صوفی مکتب خیال نے اپنی آواز کو ساز کے ذریعہ سے پہنچا کر محفل سماع اور قوالیوں سے عوام کے دل و دماغ کو متاثر اور اسلام کی طرف راغب کیا۔

شری گرونانک صاحب نے اس ضمن میں اپنا قطعی فیصلہ سنادیا۔

راگ ناد، من دوجے بھائے۔
انتر کپٹ، مہا دُکھ پائے

(صفحہ ۱۳۴۲)

یعنی ''ساز اور آواز کو دوسرے مقصد (عبادت سے ہٹ کر راگ رنگ، موج مستی) کے لئے استعمال کرنے پر انسان کے اندر گناہ پرورش پاتے ہیں اور بہت تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے''۔

ہندوستان میں اونچے اور نیچے طبقات کی طرح موسیقی بھی دو درجوں میں بٹی ہوئی ہے۔

ایک ''شاستری سنگیت'' (عالمانہ موسیقی) جو عوام کی عام سوجھ بوجھ اور پہنچ سے پرے ہے۔ جسے سیکھنے کیلئے استادوں سے برسوں تربیت لینی پڑتی اور مسلسل ریاض کرتے رہنا پڑتا ہے۔ اور دوسرے ''لوک سنگیت'' (عوامی موسیقی) جو کھیتوں، کھلیانوں، چوپالوں، گھروں اور روزمرہ کی زندگی کا حصہ بنی ہوئی ہے۔ جسے سیکھنے کے لئے استادوں کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ بچپن ہی سے سنتے اور گنگناتے رہتے ہیں۔ لیکن سماج کے ٹھیکہ دار اس صنف کو خاطر میں نہیں لاتے اور کمتر درجہ کی سمجھتے ہیں۔ گرو صاحب نے جہاں دھرم اور عبادت کو ان مذہبی اجارہ داروں کے غلامی کے چنگل سے آزاد کروا کر عوام کے راست پہنچ میں لایا وہیں پر شاستری سنگیت کو لوک سنگیت کی دھنوں میں گانے کے رواج کو فروغ دے کر اس تفریق کو مٹا کر یکسانیت اور مساوات کی جدت پیدا کی جس سے اس کی مقبولیت میں اضافہ ہوا۔ عوامی تحریکوں سے وابستگی اور بیش قیمت تاریخی واقعات اور ورثہ سے واقفیت اور اس کی حفاظت کی اہمیت کو اُجاگر کیا۔

مثال کے طور پر صفحہ ۵۰۸ پر درج راگ گوجری کے ایک شبد کو پیش کرنا چاہوں گا جس کا عنوان ہے ''گوجری کی وار محلّہ ۳۔ سکندر براہیم کی وار کی دھنی گاونی۔'' جو پندرویں صدی میں گزرے ایک تاریخی واقعہ کو یاد دلاتا ہے۔ رزمیہ شاعری کو وار کہتے ہیں۔ یہ دُھن اُس دور میں بہت مقبول تھی جس میں دو مسلمان بھائیوں سکندر اور ابراہیم کے جنگ و جدل کی عکاسی کی گئی تھی۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ ابراہیم نے ایک ہندو براہمن کی خوبصورت نوجوان بیوی پر بُری نظر رکھی۔ جس پر اس ہندو نے اس کے بھائی سکندر سے حفاظت اور مدد کی درخواست کی۔ اس ہندو لڑکی کی آبرو بچانے کے لئے سکندر نے اپنے بھائی ابراہیم سے مقابلہ کیا اور گرفتار کیا۔ جس کو معافی مانگنے اور نیک چلنی کا وعدہ کرنے پر آزاد کر دیا گیا۔ یہ واقعات جس وار کی دُھن میں لوک سنگیت کے طور پر گائے جاتے تھے۔ اس مخصوص دُھن میں اس شبد کو گانے کی ہدایت دینا اس مثالی واقعہ کی انسانی قدر و قیمت کو خون کے رشتے سے برتر سمجھنے اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی اہمیت کو اُجاگر کرتا ہے۔

☆......○......☆

۱۴۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کا رویہ

سکھوں کے تئیں ہندوؤں اور مسلمانوں کے رویہ کے اُس دور کا تذکرہ میں نہیں کروں گا جس کے حقیقت کی کوئی شہادت پیش نہیں کی جاسکتی جس دور میں دونوں قوموں کے بعض مصنفین نے صرف کاغذ ہی کالے نہیں کیے بلکہ جی بھر کر سکھوں کے منہ پر کالک بھی پوتی ہے۔ یا پھر سکھ تحریک کو اپنے ہی قوم کی ایک شاخ یا حصہ قرار دینے کی مقدور بھر کوشش کی ہے۔ ہر دور میں ہندوستان کے بیشتر مسلمان، انگریز اور موجودہ تقریباً سارے کے سارے دیسی حکمرانوں نے سکھ عبادت گاہوں، فلسفہ اور تصور کو جس بری طرح تباہ و تاراج کیا ہے اس کا تذکرہ میرا موضوع نہیں ہے۔ میں اختصار سے کام لیتے ہوئے صرف دونوں قوموں کے موجودہ رویہ کے بارے میں تذکرہ کرنا چاہوں گا۔ جس کے آپ خود بھی اگر چاہیں تو مبالغہ آرائیوں کو مستند ماننے کے بجائے شخصی طور پر حقیقت کا عینی مشاہدہ کر سکتے ہیں۔۔

پنجاب کے ضلع گرداس پور کے موضع ہرگوبند پور میں چھٹویں گرو شری گرو ہرگوبند جی نے ۱۶۳۴ء میں ایک مسجد تعمیر کروائی جو 'گرو کی مسجد' کے نام سے مشہور ہوئی۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے وقت مسلمانوں کے نقل مقام کرنے کے بعد یہ مسجد ویران ہوگئی تھی۔ جس عمارت کو سکھوں نے گردوارے میں تبدیل کر کے آباد کر دیا جو 'گردوارہ گرو کی مسجد' کہلانے لگا۔ ۲۰۰۳ء میں جب کچھ مسلمان تلاش روزگار میں واپس آ کر آباد ہوگئے تب سکھوں نے رضا کارانہ طور پر بنا مانگے گردوارے کا تخلیہ کر کے مسلمانوں کے حوالے کر کے 'گرو کی مسجد' کی عظمت کو دوبارہ بحال کیا۔۔

اتراکھنڈ ریاست کے موضع جوشی مٹھ میں جہاں تقریباً ۸۰۰ مسلمان رہتے ہیں ۲۰۱۲ء میں ۲۰ اگست کو عید الفطر کے موقع پر شدید بارش ہو رہی تھی اور دلدل بنا ہوا تھا تب سکھوں نے مسلمانوں کو گردوارے میں عید کی نماز پڑھنے کی دعوت دی جس کو انہوں نے فراخ دلی سے قبول بھی کیا اور گردوارے میں آ کر نماز ادا کی۔ضروری بات ہے کہ نماز کعبہ کے سمت میں ہی ادا کی گئی ہوگی نہ کہ گردوارے کی سمت میں۔۔

سکھوں کی عبادت گاہ گردواروں میں صرف شری گروگرنتھ صاحب ہی رکھا جاتا ہے۔کوئی معبود نہیں ہوتا۔سکھ محض تعظیم کے لیے اس کا سجدہ کرتے ہیں۔عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ کسی مذہبی عبادت گاہ میں دوسرے مذہب کے ماننے والے شاذ و نادر ہی جاتے ہیں۔لیکن گردواروں میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی کثیر تعداد آتی ہے جنہیں 'جی آئیاں' اور 'جی صدقے' کہہ کر استقبال کیا جاتا ہے۔حد تو یہ ہے کہ بعض ہندوؤں نے اپنے آپ کو 'سہج دھاری سکھ' (بال کٹوانے والے سکھ) کے نام سے اور سکھوں کو 'کیش دھاری ہندو' (بال رکھنے ولاے ہندو) کے نام سے منسوب اور مشہور کیا ہوا ہے۔سکھوں کی بنیادی شناخت اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی صورت و شکل میں ہی رہنے کی ہے جس نے عورت اور مرد کے چہروں کو بالوں کے فرق سے امتیاز بخشا ہے۔اللہ تعالیٰ کے سانچہ میں ڈھالی گئی شخصیت ہی سکھ کی پہچان ہے نہ کہ کسی حجام کی تراشی گئی صورت و شکل۔مسلمان درگاہوں پر جانے والے ہندوؤں کو جب 'سہج دھاری مسلمان' نہیں کہا جاتا پھر سکھ گردواروں کو آنے والے ہندوؤں کو 'سہج دھاری سکھ' کیسے کہا جاسکتا ہے؟ ایک مخصوص عقیدے پر عمل پیرا ہونے والے ہی سکھ ہو سکتے ہیں اور ان ہدایات پر عمل نہ کرنے والے غیر سکھ پھر یہ عورت اور مرد کی درمیانی جنس، دو مختلف عقیدوں کے ماننے والوں کے درمیان میں یہ تیسرے کیسے شامل ہو سکتے ہیں؟ یہی 'سہج دھاری سکھ' کہلانے والے عناصر 'شرومنی گردوارہ پربندھک کمیٹی' پر قبضہ کرنے کی نیت سے انتخابات میں رائے دہی کا حق حاصل کرنے کے لیے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے ہوئے ہیں۔۔

سکھوں کے تمام تاریخی اور اہم گردواروں پر غیر سکھ مہنتوں نے قبضہ کیا ہوا تھا۔ کیوں کہ سکھوں کو جنگ و جدل سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ اور جب سے مشینوں کے ذریعہ چھپوائی کا کام شروع ہوا۔ سکھوں کو ہندو کہنے اور ثابت کرنے کے لیے لٹریچر کی بھر مار کر دی گئی۔ چنانچہ ۱۸۹۸ء میں اس کا موثر جواب دینے کے لیے سکھوں کے مشہور عالم بھائی کاہن سنگھ نابھہ نے ایک کتاب 'ہم ہندو نہیں' کے نام سے لکھی۔ سکھوں کے مذہبی مقامات سے غیر سکھوں کے تسلط کو ہٹانے کے لیے 'گردوارہ ریفارم موومنٹ' (گرودوارہ سدھار تحریک) ۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۵ء تک چلائی گئی۔ تاریخ شاہد ہے کہ عدم تشدد پر مبنی پہلی پر امن جنگ پنجاب کے سرزمین پر سکھوں نے 'ستیہ گرہ' کے طور پر لڑی۔ جس میں سینکڑوں ہتھیار بند سکھوں نے لاٹھیاں اور گولیاں کھاتے ہوئے شہادت پائی اور ہزاروں نے جیل کی صعوبتیں جھیل کر گردواروں کو آزاد کروایا۔

غرض یہ کہ دنیا میں موجود دھرم، دین اور مذاہب کی فہرست میں سکھ ایک اور اضافہ کا نام نہیں ہے۔ بلکہ سارے مذاہب میں ہم آہنگی پیدا کرنے والی تحریک کا نام ہے۔ میرے اس بیان کے تصدیق کے لیے صرف ایک ہی ثبوت 'شری گروگرنتھ صاحب' سے واقفیت ہی کافی ہے۔ جس میں چھ سکھ گرو صاحبان کی ہی تعلیمات نہیں بلکہ دوسرے مختلف مذاہب اور عقیدوں سے تعلق رکھنے والے تیس اور بزرگوں کے ہدایات اس میں شامل ہیں۔ جو اپنے اپنے عقیدوں کی تلقین کرتے ہیں اور سکھ ان سب کے کلام کو گربانی کا درجہ دیتے ہوئے اس پر عمل کرتے ہیں۔۔

ایک اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اپنی چہیتی اشرف المخلوق بنا کر پیدا کیا تھا لیکن ہم نے اپنے معبود کو ہی مختلف ناموں سے اور اس کی بندگی کے مختلف طریقوں سے اس کو بھی اور اپنے آپ کو بھی بانٹ رکھا ہے۔ ایک پروردگار پر اپنے اجارہ داری کا تسلط بنائے رکھنے کے لیے اپنے بزرگان دین کو بھی بانٹ دیا ہے۔ جب کہ ان کی ہدایات ساری عالم انسانیت کے لیے

مشعل راہ ہونی چاہئے تھی نہ کہ اپنے مخصوص چند پیروؤں کے لیے۔ اس کے برخلاف ہم نے صرف اپنے آپ کو صحیح اور باقی سب کو غلط سمجھنے کا رجحان بنائے رکھا ہے جب کہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اپنے آپ کو صحیح سمجھنا ہر ایک کا حق ہے لیکن ساتھ ہی دوسروں کے عقیدوں اور احساسات کے غلط نہیں ہونے کے امکانات پر غور کرنا، احترام کرنا، اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضاء اور حکم کو شامل سمجھنا چاہئے۔ جس کا پیام اس مقدس گرنتھ صاحب سے ملتا ہے جس کی عکاسی اس خوبصورت شعر میں کی گئی ہے۔۔

کوئی شیخ بن گیا
اور کوئی بن گیا براہمن
ہر شخص آدمی تھا
تیری بندگی سے پہلے

☆......○......☆

☆......☆

○

لمحوں میں لوگ ہندو مسلمان ہو گئے
لیکن یہ لوگ صدیوں میں انساں نہ ہو سکے